THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No. 4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

قانون سازی میں عرف کی رعایت-سیرتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روشنی میں جائزہ

Considering the Urf (Custom) in Legislation: A Review in the Light of Seerah of the Holy Prophet Muhammad (PBUH)

ڈاکٹر مقبول حسن

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ

بحریہ یونیورسٹی کراچی کیمپس

maqboolhassan.bukc@bahria.edu.pk

فضل مولا

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ

بحریہ یونیورسٹی کراچی کیمپس

molaf3063@gmail.com

Abstract

This research explores the recognition and consideration of ‘Urf (customary practice) in Islamic legislation in the light of the life of the Holy Prophet Muhammad (PBUH). Islamic law, while rooted in divine revelation, demonstrates remarkable flexibility in accommodating social customs, provided they do not contradict fundamental Islamic principles. The study highlights how the Prophet (PBUH) acknowledged and endorsed prevailing Arab customs in matters such as trade practices, social norms, contracts, and dispute resolution, either by explicit approval or through tacit consent. A qualitative and analytical approach has been adopted, relying on primary sources of Seerah and Hadith, supplemented by classical juristic works. Relevant incidents from the Prophetic biography are examined to assess how customary practices were retained, reformed, or abolished in accordance with Islamic objectives. Findings of the study illustrate that ‘Urf functioned as a practical legal source during the formative period of Islamic law. Customs conflicting with ethical and moral values were restructured, while those aligned with justice and social welfare were preserved. This Prophetic approach reflects a balanced integration of divine guidance and societal context.This study further argues that the Seerah of the Prophet (PBUH) offers a foundational framework for contemporary Islamic legislation, especially in dynamic and pluralistic societies. Recognizing valid customs within legal reasoning ensures relevance, adaptability, and public welfare (Maslahah), without compromising the core objectives of Shariah.

Keywords: Urf (Custom) in Islamic Law,Seerah of the Prophet Muhammad(PBUH), Islamic Legislation, Legal Methodology in Shariah, Maslahah (Public Interest)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No. 4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

1۔تعارف

اسلام ایکجامع اور ابدی وآفاقی دین ہے جو انسانی زندگی کے تمام گوشوں سے بحث کرتا ہے اور راہ نمائی فراہم کرتا ہے۔اس کی قانونی وتشریعی تعلیمات نہ صرف وحیِ الٰہی پر مبنی ہیں بل کہ انسانی فطرت، سماجی تقاضوں اور معاشرتی ارتقاء کو بھی پیشِ نظر رکھتی ہیں۔اسلامی قانون کی یہی خصوصیت اسے ہر زمانے اور ہر معاشرے کے لیے قابلِ عمل بناتی ہے۔ قانون سازی میں لچک، اعتدال اور تدریج اسلامی شریعت کے بنیادی اوصاف میں شمار ہوتے ہیں، جن کی عملی مثال ہمیں سیرتِ نبوی زندگی میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔

انسانی معاشرے ہمیشہ مخصوص روایات، رسوم اور عرف ورواج کے تحت تشکیل پاتے ہیں۔ یہ عرف نہ صرف معاشرتی نظم کو برقرار رکھتے ہیں بل کہ افراد کے درمیان تعلقات کو بھی منظم کرتے ہیں۔ اسلامی شریعت نے ان عرفی اصولوں کو یکسر رد نہیں کیا بل کہ انہیں ایک منضبط دائرے میں قبول کیا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ شریعت کے بنیادی اصولوں سے نہ ٹکراتے ہوں۔ فقہ اسلامی میں عرف کو ایکاہم ماخذ کے طور پر مانا جاتا ہے، جس کی بنیاد نصوصِ شرعیہ، نبوی تعاملِ اور فقہی قواعد پر ہے۔(شلبی، محمد مصطفیٰ۔(1998)
پیغمبر اسلام کی سیرت اسلامی قانون سازی کی عملی اور زندہ مثال ونمونہ ہے۔ رسول اللہ نے نہ صرف وحیِ الٰہی کی روشنی میں قوانین نافذ کیے بل کہ عرب معاشرے کے مروجہ عرف ورواج کو بھی حکمت اور بصیرت کے ساتھ ملحوظ رکھا۔ بعض مواقع پر آپ ﷺ نے موجودہ عرف کو جاری رہنے دیا، بعض میں اصلاح فرمائی اور بعض غیر انسانیا غیر اخلاقی رسوم کو تدریجاً ختم کیا۔ یہ طرزِ عمل اس بات کی واضح بنیاد ودلیل ہے کہ اسلامی قانون کوئی جامد قسم کا قانون نہیں بل کہ حالات وعرف کے ساتھ مربوط رہتے ہوئے اپنے مقاصد کو حاصل کرنے والا قانون ہے۔(محمد حمید اللہ،1977)

قانون سازی میں عرف کی رعایت کا تصور محض فقہی نظریہ نہیں بل کہ عملی حقیقت ہے، جس کا اطلاق عہدِ نبوی ﷺ میں مختلف سماجی، معاشی اور قانونی معاملات میں ہوا۔ مثال کے طور پر نکاح، مہر، تجارت، عدالتی فیصلوں اور قبائلی معاملات میں عرب معاشرے کے رائج عرف کو مدنظر رکھا گیا، البتہ جہاں یہ عرف ظلم، استحصال یا اخلاقی بگاڑ کا سبب بنتے تھے، وہاں ان کی
اصلاح یا تنسیخ کی گئی۔(الجوزیہ، ابن قیم۔،1996))

معاصر دور میں، خصوصاً مسلم ریاستوں میں قانون سازی کے عمل کو کئی چیلنجز درپیش ہیں، جن میں ایک اہم مسئلہ مقامی عرف اور اسلامی قانون کے درمیان ہم آہنگی کا فقدان ہے۔ اکثر اوقات یا تو عرف کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے یا شریعت کے اصولوں کے برخلاف اسے بنیاد بنالیا جاتا ہے۔ ایسے میں نبوی سیرت کا مطالعہ ہمیں متوازن اور قابلِ عمل راستہ فراہم کرتا
ہے، جو اسلامی اصولوں اور سماجی حقائق کے درمیان تطبیق پیدا کرتا ہے۔(القرضاوی، یوسف، 2001)

مسئلہ تحقیق

یہ تحقیق اس بنیادی سوال کا جائزہ لیتی ہے کہ رسول اللہ کی سیرت میں قانون سازی کے دوران عرف کو کس حد تک اور کن اصولوں کے تحت ملحوظ رکھا گیا، اور اس سے معاصر اسلامی قانون سازی کے لیے کیا راہ نمائی حاصل ہوتی ہے؟

تحقیقی سوالات

زیرِ نظر تحقیق میں مندرجہ ذیل سوالات کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

1۔ عرف کا اسلامی قانون میں مفہوم اور حیثیت کیا ہے؟

2۔ سیرتِ رسول اللہ ﷺ میں عرف کی رعایت کی عملی مثالیں کون سی ہیں؟

3۔ کن حالات میں عرف کو قبول کیا گیا اور کن مواقع پر اسے رد یا اصلاح کیا گیا؟

4۔ معاصر قانون سازی میں سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں عرف سے کس طرح استفادہ کیا جا سکتا ہے؟

تحقیق کی اہمیت وافادیت

یہ تحقیق اسلامی قانون کے ایک نہایت عملی اور عصری پہلو کو اجاگر کرتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کے تناظر میں عرف کی رعایت کا مطالعہ نہ صرف فقہی فہم کو وسعت دیتا ہے بل کہ جدید مسلم معاشروں میں قانون سازی کے لیے ایک مستحکم اصولی و فکری بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جو یہ واضح کرتا ہے کہ اسلامی قانون جامد نہیں بل کہ معاشرتی حقائق کے ساتھ مربوط ہو کر انسانیت
کی فلاح کا ذریعہ بننے والا دائمی راستہ وضابطہ حیات ہے۔ (ابو زہرہ، محمد، 1958)

منہج تحقیق

اسمطالعے یں مختلف تحقیقی مناہج اختیار کیے گئے ہیں۔ تجزیاتی منہج کے تحت سیرتِ نبوی ﷺ کی نصوص اور واقعات کا اصولی تجزیہ کیا ہے، استقرائی انداز میں مختلف مثالوں سے عمومی اصول اخذ کیے گئے ہیں، تاریخی منہج کو اختیار کرتے ہوئے عہدِ نبوی ﷺ کے سماجی و عرفی پس منظر کا مطالعہ کیا گیا ہے اور تقابلی منہج کو استعمال کرتے ہوئے کلاسیکی فقہ اور معاصر قانون سازی
کا تقابل کیا گیا ہے۔

2۔ عرف کا مفہوم، اقسام اور اسلامی فقہ میں اس کی حجیت

عرف کا لغوی واصطلاحی مفہوم

عربی لغات میں عرف اس چیز کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کے درمیان بار بار استعمال کے نتیجے میں رائج ہو جائے اور ذہن اسے اجنبی محسوس نہ کرے۔ (ابن منظور، 1990)
اس لغوی مفہوم سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عرف کا تعلق انسانی معاشرت، اجتماعی تعامل اور عملی زندگی سے ہے۔ لفظ 'عرف سے اصطلاح "معروف" ہے، جس کے لغوی معنی ہیں: پہچانی جانے والی، جانی مانی یا وہ چیز جسے عقلِ سلیم قبول کرے۔

اصطلاحِ فقہ میں عرف کی متعدد تعریفات ملتی ہیں۔ فقہائے اسلام کے نزدیک عرف سے مراد وہ طرزِ عمل، قول یا طریقہ ہے جسے کسی خاص معاشرے کے لوگ بلا انکار اختیار کریں اور جو ان کی روزمرہ زندگی کا حصہ بن جائے۔ امام ابن عابدینؒ نے عرف کی
تعریف میں لکھا ہے کہ عرف لوگوں کے درمیان رائج ہونے والا وہ معاملہ ہے جسے عقلِ سلیم اسے قبول کرے۔ (ابن عابدین، 2000)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No. 4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

اسی طرح بعض اصولیین نے عرف کو "عادتِ جاریہ" سے تعبیر کیا ہے، تاہم عرف اور عادت میں باریک فرق پایا جاتا ہے۔ عادت کسی فرد یا محدود طبقے کی بھی ہو سکتی ہے، جبکہ عرف کا اطلاق اجتماعی اور عمومی رویّے پر ہوتا ہے۔(ابو زہرہ، محمد، 1958) اسلامی قانون میں عرف کو محض سماجی حقیقت کے طور پر نہیں دیکھا گیا بل کہ اسے عملی قانون سازی میں ایک مؤثر عنصر تسلیم کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ اسلامی میں عرف کا تذکرہ اصولِ فقہ، قواعدِ فقہیہ اور فروعی مسائل تینوں سطحوں پر ملتا ہے۔

عرف اور عادت میں فرق

اگرچہ عرف اور عادت بہ ظاہر ایک دوسرے کے مترادف محسوس ہوتے ہیں، تاہم فقہی اعتبار سے ان میں فرق کیا گیا ہے۔ عادت کسی فرد، خاندان یا محدود گروہ کی مخصوص روش ہو سکتی ہے، جبکہ عرف پورے معاشرے یا اس کے غالب حصے کے تعامل پر مبنی ہوتا ہے۔(زیدان، عبد الکریم) اسی بنا پر فقہاء نے قانونی استدلال میں عرف کو عادت پر ترجیح دی ہے، کیونکہ عرف

میں اجتماعی قبولیت اور تسلسل پایا جاتا ہے، جو قانون سازی کے لیے بنیادی شرط ہے۔

عرف کی اقسام

اسلامی فقہ میں عرف کو مختلف لحاظ سے منقسم کیا گیا ہے، تاکہ اس کے استعمال اور حجیت کو زیادی اچھے انداز سے سمجھا جا سکے۔

(الف) عرفِ عام اور عرفِ خاص

عرفِ عام وہ عرف جو پورے معاشرے یا اکثریتی طبقے میں رائج ہو، جیسے خرید و فروخت کے عمومی طریقے۔ جب کہ عرفِ خاصوہ عرف ہے جو کسی خاص علاقے، پیشے یا طبقے سے متعلق ہو، جیسے تاجروں یا کاریگروں کے مخصوص اصول۔ فقہاء کے نزدیک دونوں اقسام قابلِ قبول ہو سکتی ہیں، مگر شرطیہ ہے کہ وہ شریعت کے اصولوں سے ٹکراتی نہ ہوں۔(الزرقا، مصطفیٰ احمد، 1998)

(ب) عرفِ صحیح اور عرفِ فاسد

عرفِ صحیحوہ عرف ہے جو قرآنِ مجید اور سنتِ رسول کے خلاف نہ ہو اور جس میں ظلم، فحاشی یا استحصال شامل نہ ہو۔ جب کہ فاسد وہ عرف ہے جو نصوصِ شرعیہ یا مقاصدِ شریعت کے منافی ہو، جیسے سودی لین دین یا جاہلی رسوم۔ عرفِ فاسد کو اسلامی قانون میں کسی صورت حجت تسلیم نہیں کیا گیا، بل کہ اسے ختم یا اصلاح کا مستحق سمجھا گیا ہے۔(الجوزیہ، ابن قیم، 1996)

(ج) قولی عرف اور عملی عرف

قولی عرف وہ عرف ہے جو الفاظ اور اصطلاحات کے مفہوم میں رائج ہو، جیسے بعض الفاظ کا عرفی مفہوم۔ اور عملی وہ عرف ہے جو عملی معاملات میں اختیار کیا جائے، جیسے معاہدات کے طریقے۔ عملی عرف فقہی معاملات میں زیادہ نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔۔(الزرقا، مصطفیٰ احمد، 1998)

فقہ اسلامی میں عرف کی حجیت و مقام

فقہ اسلامی میں عرف کی حجیت محض قیاسی یا ثانوی حیثیت نہیں رکھتی بل کہ اسے مضبوط اصولی بنیاد حاصل ہے۔ فقہاء نے عرف کی حجیت کو قرآن، سنت، اور صحابہؓ کے فیصلوں سے مستنبط کیا ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر "معروف" کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ شریعت بعض معاملات میں معاشرتی عرف کو بنیاد بناتی ہے، جیسے خاندانی اخراجات، حسنِ معاشرت اور معاملات کی نوعیت۔(القرآن الکریم، 2:233، 4:19)

سنتِ نبوی ﷺ میں بھی عرف کی رعایت کی واضح مثالیں ملتی ہیں۔ اسی بنیاد پر فقہاء نے عرف کو ایک معتبر دلیل تسلیم کیا ہے، خصوصاً وہاں جہاں نص صریح موجود نہ ہو۔

عرف کی حجیت کا اظہار فقہی قواعد میں بھی نمایاں ہے۔ مثلاً:

العادة محكمة (عرف فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے) اور المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً (جو چیز عرفاً معروف ہو وہ شرطِ صریح کی مانند ہے)۔ (السیوطی، جلال الدین، 1965)

یہ قواعد اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلامی قانون میں عرف محض سماجی عنصر نہیں بل کہ قانونی استنباط کا مؤثر ذریعہ ہے۔ امام شاطبی کے نزدیک شریعت کا بڑا حصہ انسانی مصالح اور عرفی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے، کیونکہ شریعت کا مقصد انسانی زندگی کو سہل اور منظم بنانا ہے۔ (الشاطبی، 2004ا)

عرف کی حجیت کی حدود

اگرچہ عرف کو معتبر مانا گیا ہے، تاہم اس کی حجیت مطلق نہیں۔ فقہاء نے واضح کیا ہے کہ:

--- عرف نصِ قطعی کے خلاف حجت نہیں بن سکتا۔

--- عرف وقت اور حالات کے ساتھ تبدیل ہو سکتا ہے۔

--- عرف کا اعتبار مقاصدِ شریعت کے تابع ہے۔

یہی حدود سیرتِ نبوی ﷺ میں بھی عملاً دِکھتی ہیں، جہاں آپ ﷺ نے جائز عرف جاری رکھا اور فاسد عرف کو درستی یا منسوخ فرمایا۔

3۔ سیرتِ نبوی ﷺ کا قانونی و تشریعی پہلو

سیرتِ نبوی ﷺ بحیثیت ماخذِ تشریع

اسلامی قانون کے بنیادی مصادر میں قرآنِ مجید کے بعد سنتِ رسول اللہ ﷺ کو مرکزی مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ درحقیقت سنت کی عملی اور تاریخی تعبیر ہے، جو نبی ﷺ کے ہر قول، فعل اور تقریر کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے عملی اقدامات پر مشتمل ہے جو آپ ﷺ نے ایک معاشرے کی تشکیل، نظم و نسق اور قانون سازی کے لیے اختیار فرمائے۔ اسی بنا پر سیرتِ نبوی ﷺ کو اسلامی قانون کا عملی نمونہ اور زندہ ماخذ قرار دیا جاتا ہے۔ (حمید اللہ، محمد، 1977)

سیرت کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس میں قانون صرف نظری سطح پر ہی نہیں بل کہ عملاً نافذ ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ اللہ کے رسول نے ایک ایسے معاشرے میں قانون نافذ کیا جو قبائلی روایات، مضبوط عرفی ڈھانچوں اور جاہلی رسوم سے گہرا تعلق رکھتا تھا۔ لیکن پھر بھی آپ ﷺ نے اصلاح اور تبدیلی کا عمل تدریج، حکمت اور سماجی نفسیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے انجام دیا۔ (ابن ہشام، 2001)

پیغمبرِ اسلام کا تشریعی کردار

اللہ کے رسول ﷺ کا تشریعی کردار متعدد جہات پر مشتمل تھا۔ آپ ﷺ شارع بھی تھے، قاضی، حاکم اور معلم بھی۔ یہی ہمہ جہتی کردار اسلامی قانون کو زندگی کے تمام پہلوؤں سے مربوط کرتا ہے۔

تشریعی حیثیت سے آپ ﷺ نے بعض معاملات میں براہِ راست وحی کی روشنی میں فیصلے فرمائے، جبکہ بعض امور میں موجودہ عرف اور معاشرتی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اجتہادی فیصلے کیے۔ فقہاء کے نزدیک یہ اجتہادی فیصلے بھی شرعی حجیت رکھتے ہیں، کیونکہ وہ وحی کی نگرانی میں انجام پاتے تھے۔ (خلاف، عبد الوہاب، 1978)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No. 4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

یہی وجہ ہے کہ پیغمبرِ اسلام کی سیرت میں قانون سازی کا عمل جامد یا یک رخی نہیں بل کہ متحرک، حقیقت پسندانہ اور انسانی مصالح سے ہم آہنگ نظر آتا ہے۔

مکی اور مدنی ادوار میں قانون سازی کی نوعیت

سیرتِ نبوی پر نظر دوڑانے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مکی اور مدنی ادوار میں قانون سازی کی نوعیت مختلف رہی، تاہم دونوں میں عرف کی رعایت ایک مشترک عنصر کے طور پر موجود رہی۔

(الف) مکی دور

مکی دور میں زیادہ تر توجہ عقائد، اخلاقیات اور سماجی شعور کی بیداری پر مرکوز رہی۔ اس مرحلے پر اگرچہ باقاعدہ قانونی احکام کم نازل ہوئے، تاہم رسول اللہ ﷺ نے جاہلی معاشرت کے بعض عرفی پہلوؤں کو فوری طور پر چیلنج کرنے کے بجائے تدریجی

اصلاح کا راستہ اختیار کیا۔(الغزالی، محمد، 2005)

اس دور میں ظلم، قبائلی تعصب اور استحصال پر مبنی عرف کو اخلاقی بنیادوں پر کمزور کیا گیا، تاکہ مستقبل میں قانونی اصلاح کی راہ ہموار ہو سکے۔

(ب) مدنی دور

مدنی دور میں اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا اور باقاعدہ قانون سازی کا آغاز ہوا۔ اس مرحلے پر عبادات، معاملات، عائلی قوانین اور تعزیرات سے متعلق احکام نازل ہوئے۔ تاہم ان احکام کے نفاذ میں بھی مقامی عرف اور معاشرتی ساخت کو مکمل طور پر نظر انداز نہیں کیا گیا۔ مثلاً مالی معاملات، نکاح و طلاق اور قبائلی ذمہ داریوں میں عرفی اصولوں کو برقرار رکھا گیا، البتہ ان

میں عدل، مساوات اور انسانی وقار کے اصول شامل کیے گئے۔(الغزالی، محمد، 2005)

عرف کے ساتھ تعامل-تصادم کے بجائے اصلاح

نبوی ﷺ سیرت کا ایک بڑا تشریعی اصول یہ ہے کہ آپ نے عرف کے ساتھ متصادم ہونے کے بجائے اصلاح اور تطبیق کا طریقہ اختیار فرمایا۔ آپ کا یہ طرزِ عمل اس بات کی بنیاد ہے کہ اسلامی قانون کا مقصد معاشرتی انتشار نہیں بل کہ تدریجی اور پائیدار اصلاح ہے۔

جہاں عرف انسانی فطرت اور اخلاقی اصولوں کے مطابق تھا، وہاں اسے برقرار رکھا گیا۔ اور جہاں عرف ظلم، ناانصافی یا اخلاقی انحطاط کا سبب بنتا تھا، وہاں اس کی اصلاح یا تنسیخ کی گئی۔ یہ اصول بعد کے فقہی مباحث میں بھی بنیادی حیثیت اختیار کر گیا(الجوزیہ، ابن قیم، 1996)۔

سیرتِ نبوی اور قانونی لچک

سیرتِ نبوی کا ایک نمایاں تشریعی پہلو قانونی لچک ہے۔ آپ نے مختلف حالات، علاقوں اور افراد کے لیے یکساں نوعیت کے قوانین نافذ کرنے کے بجائے حالات کے مطابق راہ نمائی فرمائی۔ یہ لچک عرف کی رعایت کے بغیر ممکن نہیں تھی۔ مثلاً؛ بعض معاملات میں رسول اللہ نے سوال کرنے والے کے حالات، سماجی مقام اور عرفی پس منظر کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف جوابات

دیے۔ فقہاء کے نزدیک یہ اختلافِ جواب دراصل اختلافِ عرف اور اختلافِ حال پر مبنی تھا۔(القرضاوی، یوسف، 2001)

نبوی سیرت میں مقاصدِ شریعت کا غلب

نبوی ﷺ سیرت میں قانون سازی کا حتمی مقصد محض احکام کا نفاذ نہیں بل کہ مقاصدِ شریعت کا حصول تھا، جن میں عدل، رحمت، سہولت اور انسانی فلاح شامل ہیں۔ عرف کی رعایت اسی مقصد کے تحت کی گئی، کیونکہ عرف انسانی زندگی کی عملی

حقیقت کا مظہر ہوتا ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No. 4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

امام شاطبی کے مطابق شریعت کے اکثر احکام انسانی مصالح اور عرفی تقاضوں کے گرد گھومتے ہیں، اور سیرتِ رسول اس اصول کی عملی تفسیر ہے (الشاطبی، 2004)۔
الغرض، محولہ بالا بحث سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ نبوی سیرت اسلامی قانون سازی کا ایک ہمہ گیر اور متوازن نمونہ پیش کرتی ہے، جس میں وحی، عقل، عرف اور انسانی مصالح کے درمیان حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ عرف کو نہ تو مطلقاً رد کیا گیا اور نہ ہی بلا قید قبول کیا گیا، بل کہ اسے شریعت کے اعلیٰ مقاصد کے تابع رکھا گیا۔ یہی اصول آگے چل کر فقہ اسلامی کی تشکیل میں بنیادی ستون بن گیا۔

4۔ عہدِ نبوی ﷺ میں عرف کی رعایت - منتخب عملی مثالیں

خاندانی وعائلی معاملات میں عرف کی رعایت

عہدِ نبوی ﷺ میں خاندانی نظام عرب معاشرے کا بنیادی ستون تھا۔ نکاح، مہر، نسب، کفالت اور ازدواجی ذمہ داریوں جیسے
معاملات صدیوں سے مروّج عرف کے تحت انجام پاتے تھے۔ اللہ کے رسول نے اس نظام کو یکسر منہدم کرنے کے بجائے اصلاحی اور تدریجی طریقہ اختیار فرمایا۔
نکاح کے باب میں شریعت نے اصل عقد، ایجاب و قبول اور گواہوں کی شرط تو مقرر کی، مگر نکاح کی صورت، مجلس، اعلان اور بعض ضمنی امور میں عرف کو برقرار رکھا۔
عرب معاشرے میں نکاح کا اعلان اور ولیمہ ایک معروف عرف تھا، جسے آپ ﷺ نے برقرار رکھا اور اس کی ترغیب بھی دی، اگرچہ اسراف سے منع فرمایا (ابن ہشام، 2001)۔
مہر کے معاملے میں بھی کوئی متعین مقدار مقرر نہیں کی گئی بل کہ اس کا تعین عرف اور فریقین کی رضامندی پر چھوڑ دیا گیا۔ یہ اس بات کی واضح نشانی ہے کہ شریعت نے معاشی حالات اور سماجی عرف کو ملحوظ رکھا۔ خود آپ ﷺ کے اپنے مختلف نکاحوں میں مہر کی مقدار میں فرق پایا جاتا ہے، جو حالات اور عرف کی رعایت کا عملی ثبوت ہے (الغزالی، محمد، 2005)۔ اسی طرح نفقہ اور ازدواجی حقوق کے باب میں قرآن و سنت نے "بالمعروف" کی اصطلاح استعمال کی، جس کا اطلاق عرفِ معاشرہ پر ہوتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ گھریلو اخراجات اور حسنِ معاشرت کا معیار جامد نہیں بل کہ عرف کے ساتھ بدلتا رہتا ہے (القرآن (القرآن، 2:233؛ 4:19۔)۔

معاشی وتجارتی معاملات میں عرف کی رعایت

عرب معاشرہ تجارت پیشہ تھا اور مختلف اقسام کے بیوع، شرکتیں اور مالی معاملات عرف کے تحت رائج تھے۔ اللہ کے رسول نے ان معاملات میں بھی توازن کا مظاہرہ فرمایا۔
بیع و شراء کے باب میں آپ نے ان تمام تجارتی صورتوں کو برقرار رکھا جو دھوکے، ظلم یا استحصال پر مبنی نہ تھیں۔ مثال کے طور پر سلم، مضاربہ اور شرکت جیسے معاملات پہلے سے معروف تھے؛ شریعت نے انہیں اصولی اصلاح کے ساتھ قبول کیا (الزرقا، مصطفیٰ احمد، 1998)۔ تول کے معاملے میں بھیآپ نے مقامی پیمانوں کو برقرار رکھا اور انصاف پر زور دیا۔ آپ نے ناپ تول میں کمی کو سختی سے منع فرمایا، مگر پیمانوں کی وحدت مسلط نہیں کی، بل کہ عرفی پیمانوں کے درست استعمال کی تلقین فرمائی (تفسیر ابن کثیر، 1999)۔ سود عرب معاشرے کا ایک راسخ عرف تھا۔ تاہم چونکہ یہ عرف ظلم اور استحصال پر مبنی تھا، اس لیے رسولِ خدا نے اسے یکدم ختم کرنے کے بجائے تدریجی اصلاح کا راستہ اختیار فرمایا۔ آخر کار حجۃ الوداع کے موقع پر سود کی قطعی حرمت کا اعلان کیا گیا۔ یہ مثال واضح کرتی ہے کہ شریعت نے عرف کو قبول یا رد کرنے میں اس کے اخلاقی اور انسانی نتائج کو معیار بنایا (الجوزیہ، ابن قیم، 1996)۔

عدالتی اور تعزیری معاملات میں عرف

عہدِ نبوی ﷺ میں عدالتی نظام بھی بڑی حد تک عرف پر قائم تھا۔ قبائلی معاشرے میں دیت، قصاص اور صلح جیسے معاملات عرفی اصولوں کے تحت طے پاتے تھے۔
رسول اللہ نے ان عرفی ڈھانچوں کو کاملاً منسوخ نہیں کیا بل کہ انہیں عدل اور مساوات کے اصولوں کے تابع کر دیا۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No. 4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

دیت کے معاملے میں مختلف قبائل میں مقدار اور ادائیگی کا طریقہ عرف کے مطابق تھا۔ رسول اللہ نے بنیادی اصول متعین کر دیے، مگر عملی اطلاق میں قبائلی عرف کو ملحوظ رکھا (محمد حمید اللہ، 1977)۔ صلح اور مصالحت عرب معاشرے کا معروف طریقہ تھا۔ آپ نے فریقین کے درمیان صلح کی حوصلہ افزائی فرمائی اور عرفی طریقوں کو شرعی دائرے میں قبول کیا۔ فقہاء کے نزدیک یہ طرزِ عمل اس بات کی بنیاد ہے کہ عدالتی معاملات میں عرف ایک مؤثر ذریعہ ہو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ انصاف کے منافی نہ ہو (زیدان، عبد الکریم، 1997)۔

سماجی رسوم اور تہذیبی عرف

سیرتِ نبوی میں سماجی رسوم اور تہذیبی عرف کے حوالے سے بھی واضح راہ نمائی ملتی ہے۔ لباس، خوراک، رہن سہن اور
تہذیبی علامات کے باب میں رسول اللہ نے مقامی عرف کو بڑی حد تک برقرار رکھا۔ آپ کا لباس عرب عرف کے مطابق تھا اور آپ نے امت پر کسی خاص تہذیبی یا ثقافتی وضع کو لازم نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے ثقافتی تنوع کو قبول کیا، جب تک وہ اخلاقی اور دینی حدود میں رہے۔ خوراک کے باب میں بھی آپ نے معاشرے کی رائج غذاؤں کو اختیار فرمایا اور صرف حلال و حرام کی حد بندی کی۔ اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ شریعت کا مقصد ثقافت کا خاتمہ نہیں بل کہ اس کی تطہیر ہے (القرضاوی، یوسف، 2001)۔

عرفِ فاسد کی اصلاح اور تنسیخ

جہاں عرف انسانی وقار کے منافی تھا، وہاں رسول اللہ نے اس کی اصلاح یا مکمل تنسیخ فرمائی۔ جاہلی دور میں عورتوں کے حقوق، وراثت سے محرومی، بچیوں کو زندہ دفن کرنا اور قبائلی تعصب جیسے عرف رائج تھے۔ آپ ﷺ نے ان رسوم کو تدریجی مگر فیصلہ کن انداز میں ختم کیا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سیرتِ نبوی سے ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ عرف کی رعایت مطلق نہیں بل کہ مشروط ہے۔ جو عرف عدل، رحمت اور انسانی فلاح کے خلاف ہو، وہ شریعت میں ناقابلِ قبول ہے (الشاطبی، 2004)۔

مختصراً، عہدِ نبوی ﷺ کی یہ منتخب مثالیں اس حقیقت کو نمایاں کرتی ہیں کہ اسلامی قانون سازی میں عرف کو ایک حقیقتِ حال کے طور پر تسلیم کیا گیا، مگر اسے شریعت کے اعلیٰ مقاصد کے تابع رکھا گیا۔ عرف جہاں انسانی مصالح کا ضامن تھا، وہاں اسے برقرار رکھا گیا، اور جہاں وہ ظلم و فساد کا سبب تھا، وہاں اس کی اصلاح یا تنسیخ کی گئی۔ یہی متوازن طرزِ عمل اسلامی قانون کی آفاقیت اور دوام کا سبب ہے، اور یہی اصول معاصر قانون سازی میں بھی راہ نمائی فراہم کرتا ہے۔

5۔ عرف کی رعایت کے اصول و حدود اور اُسوۂ نبوی ﷺ

عرف کی رعایت: اصولی بنیاد

اسلامی قانون میں عرف کی رعایت ایک منضبط اور اصولی عمل ہے، نہ کہ بے قید سماجی اتباع۔ اللہ کے رسول کی سیرت سے واضح ہے کہ عرف کو بطورِ ذریعہ قبول کیا گیا، بطورِ مقصد نہیں۔ یعنی عرف اس وقت معتبر ہوتا ہے جب وہ شریعت کے مقاصد کے حصول میں معاون ہو۔ یہی اصول فقہاء نے قواعدِ فقہیہ کی صورت میں مدون کیا، جن میں "العادة محكمة" اور "المعروف عرفاً كالمشروط شرطاً" اہم ہیں (السیوطی، جلال الدین، 1965)۔
نبوی سیرت میں یہ اصول اس طرح کارفرما نظر آتا ہے کہ جہاں عرف انسانی فطرت، سہولت اور عدل سے ہم آہنگ تھا، وہاں اسے برقرار رکھا گیا؛ اور جہاں وہ ظلم یا فساد کا سبب تھا، وہاں اس کی اصلاح یا تنسیخ کی گئی۔

نصوصِ قطعیہ کے مقابل عرف کی عدم حیثیت

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No. 4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

عرف کی رعایت کی پہلی اور بنیادی حد یہ ہے کہ وہ نصِ قطعی کے خلاف حجت نہیں بن سکتا۔ رسول اللہ کی سیرت میں اس کی واضح مثال حرمتِ سود ہے۔ سود عرب معاشرے کا راسخ عرف تھا، مگر چونکہ یہ نصوصِ قطعیہ کے منافی اور استحصال پر مبنی تھا،

اس لیے اسے بالآخر قطعی طور پر حرام قرار دیا گیا (الجوزیہ، ابن قیم، 1996)۔

اسی طرح جاہلی دور میں عورتوں کو وراثت سے محروم رکھنا ایک عام عرف تھا، مگر قرآن کی صریح ہدایات اور رسول اللہ کی عملی تطبیق نے اس عرف کو باطل قرار دیا۔ اس سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ عرف کو صرف وہاں اعتبار حاصل ہے جہاں شریعت خاموش ہو یا اجمالی راہ نمائی دے۔

مقاصدِ شریعت اور عرف کا تعلق

سیرتِ نبوی میں عرف کی رعایت کا دوسرا اہم اصول مقاصدِ شریعت سے وابستگی ہے۔ مقاصدِ شریعت، یعنی دین، جان، عقل، نسل اور مال کا تحفظ اسلامی قانون کا مرکزی ہدف ہیں۔ عرف اسی وقت معتبر ہوتا ہے جب وہ ان مقاصد کی تکمیل میں مدد دے۔

امام شاطبی کے مطابق شریعت کے احکام انسانی مصالح کے گرد گھومتے ہیں، اور یہ مصالح اکثر عرف کے ذریعے متعین ہوتے ہیں (الشاطبی، 2004)۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں نکاح، نفقہ، معاملات اور عدالتی فیصلوں میں عرف کی رعایت اسی مقصدی فہم کی عملی مثال ہے۔

عرف میں تبدیلی اور احکام کی تطبیق

عرف جامد نہیں بل کہ وقت، جگہ اور حالات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ سیرتِ رسول اللہ ﷺ سے یہ اصول بھی واضح ہوتا ہے کہ عرف کی تبدیلی کے ساتھ احکام کے اطلاق میں تبدیلی ممکن ہے، بشرطیکہ اصل حکم اور مقصد برقرار رہے۔ مثال کے طور پر نفقہ اور حسنِ معاشرت کے معیار کو "بالمعروف" کے ساتھ مشروط و مقید کیا گیا، یعنی کہ مختلف معاشروں اور ادوار میں اس کا عملی اطلاق مختلف ہو سکتا ہے۔ یہ اصول آج کے معاصر قانونی مباحث میں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ جدید معاشروں کے عرف قدیم معاشروں سے مختلف ہیں (القرضاوی، یوسف، 2001)۔

مصلحتِ عامہ اور عرف

سیرتِ نبوی میں عرف کی رعایت اکثر مصلحتِ عامہ کے اصول کے تحت کی گئی۔ رسول اللہ نے ایسے عرفی طریقوں کو برقرار رکھا جو اجتماعی نظم، معاشرتی استحکام اور عوامی سہولت کا ذریعہ تھے۔ مدینہ کے سماجی معاہدات، بازار کے اصول اور قبائلی ذمہ داریوں کی تنظیم اس کی مثالیں ہیں۔

ابن قیم کے مطابق شریعت جہاں بھی ہو، عدل، رحمت اور مصلحت کو فروغ دیتی ہے؛ اور جو عرف ان مقاصد کے خلاف ہو، وہ شریعت کا حصہ نہیں بن سکتا (الجوزیہ، ابن قیم، 1996)۔ یہ اصول سیرتِ نبوی کے مجموعی تشریعی رویّے سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔

عرفِ صحیح اور عرفِ فاسد میں امتیاز

نبوی سیرت ہمیں یہ واضح معیار فراہم کرتی ہے کہ عرف کو قبول یا رد کرنے میں عرفِ صحیح اور عرفِ فاسد کے درمیان امتیاز کیا جائے۔

عرفِ صحیح سے مراد وہ عرف ہے جو عدل، اخلاق اور انسانی وقار کے مطابق ہو؛ جیسے تجارت کے جائز طریقے، نکاح کی معروف صورتیں، اور سماجی تعاون کے طریقے،

اور عرفِ فاسد سے مراد وہ عرف ہے جو ظلم، استحصال یا اخلاقی بگاڑ پر مبنی ہو، جیسے سود، نسلی تعصب اور صنفی امتیاز۔

اللہ کے رسول نے پہلے کو برقرار رکھا اور دوسرے کو ختم یا اصلاح کے عمل سے گزارا۔ یہی امتیاز اسلامی قانون سازی میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے (الزرقا، احمد، مصطفیٰ، 1998)۔

معاصر قانون سازی کے لیے اصولی راہ نمائی

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No. 4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

نبوی سیرت کی روشنی میں عرف کی رعایت کے یہ اصول معاصر قانون سازی کے لیے واضح راہ نمائی فراہم کرتے ہیں۔ جدید مسلم ریاستوں میں قانون سازی اس وقت زیادہ مؤثر ہو سکتی ہے جب وہ مقامی عرف اور سماجی حقائق کو سمجھے عرف کو نصوصِ قطعیہ اور مقاصدِ شریعت کے تابع رکھے، عرفِ فاسد کے خاتمے اور عرفِ صحیح کی ترویج کے لیے تدریجی حکمت اپنائے۔ یہی وہ توازن ہے جو سیرتِ نبوی ﷺ کا امتیازی وصف ہے اور جس کے بغیر اسلامی قانون کی آفاقیت عملی صورت اختیار نہیں کر سکتی۔

المختصر، عرف کی رعایت اسلامی قانون میں ایک اصولی، مقصدی اور مشروط عمل ہے۔ سیرتِ رسول اللہ ﷺ میں عرف کو نہ تو مطلق اختیار دیا گیا اور نہ یکسر رد کیا گیا، بل کہ اسے شریعت کے اعلیٰ مقاصد، نصوصِ قطعیہ اور انسانی مصالح کے تابع رکھا گیا۔ یہی اصول اسلامی قانون کو ہر زمانے اور ہر معاشرے کے لیے قابلِ عمل بناتا ہے۔

6۔ معاصر قانون سازی میں عرف کی اہمیت اور سیرتِ نبوی ﷺ

معاصر ریاست اور قانون سازی کا تناظر

جدید ریاست میں قانون سازی ایک منظم ادارہ جاتی عمل ہے، جس میں پارلیمنٹ، عدلیہ اور انتظامیہ مشترکہ کردار ادا کرتے ہیں۔ مسلم ریاستوں کو اس ضمن میں ایک دوہرا چیلنج درپیش ہے؛ اوّل، شریعتِ اسلامی کے اصولوں کی پاسداری، دوم، مقامی سماجی حقائق، ثقافتی تنوع اور بدلتے ہوئے عرف ورواج کی رعایت۔

اگر قانون سازی سماجی عرف سے کٹ کر کی جائے تو وہ یا تو ناقابلِ عمل ہو جاتی ہے یا عوامی سطح پر قبولیت حاصل نہیں کر پاتی۔ یہی وہ نکتہ ہے جہاں سیرتِ رسول اللہ ایک رہنما نمونہ فراہم کرتی ہے، کیونکہ آپ نے قانون سازی کو ہمیشہ معاشرتی حقیقت سے جوڑے رکھا (حمید اللہ، محمد، 1977)۔

معاصر فقہی فکر میں عرف کا کردار

معاصر فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ عرف جدید اجتہادی عمل میں ایک کلیدی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ بدلتے ہوئے معاشی نظام، خاندانی ڈھانچے، خواتین کی سماجی شرکت اور بین الاقوامی تعلقات جیسے امور میں قدیم فقہی تصورات کو جدید عرف کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔

یوسف القرضاوی کے مطابق اگر فقہ عرفِ زمانہ کو نظر انداز کر دے تو وہ عملی زندگی سے کٹ جاتی ہے، جبکہ سیرتِ نبوی کا طریقہ اس کے برعکس تھا، جہاں عرف کو سمجھ کر اس کی اصلاح کی گئی (القرضاوی یوسف، 1996)۔

مسلم ممالک میں عرف پر مبنی قانون سازی کی مثالیں

بہت سے مسلم ممالک کے قانونی نظام میں عرف کسی نہ کسی صورت میں شامل ہے۔ مثال کے طور پر؛

۔۔۔ خاندانی قوانین میں مہر، نفقہ اور حضانت کے معاملات میں مقامی عرف کو بنیاد بنایا جاتا ہے؛

۔۔۔ تجارتی قوانین میں کاروباری عرف کو معاہدات کی تعبیر میں معتبر سمجھا جاتا ہے؛

۔۔۔ عدالتی فیصلوں میں بعض اوقات عرف کو ثبوت یا قرینہ کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔

یہ تمام صورتیں دراصل اسی اصول کی جدید تعبیر ہیں جو سیرتِ نبوی میں عملی طور پر موجود تھا (الزرقا، احمد، مصطفیٰ، 1998)۔

پاکستان کے قانونی نظام میں عرف کی حیثیت

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No. 4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

پاکستان کے آئینی اور قانونی ڈھانچے میں عرف کو براہِ راست اگرچہ بنیادی ماخذ کا درجہ حاصل نہیں، تاہم عملی طور پر عدالتی فیصلوں اور قوانین کی تشریح میں عرف کو اہمیت دی جاتی ہے۔

مسلم عائلی قوانین میں کئی معاملات عرف پر چھوڑے گئے ہیں، مثلاً؛ دیہی علاقوں میں بعض دیوانی تنازعات میں مقامی

عرف کو عدالتیں ملحوظ رکھتی ہیں؛ اسی طرح اسلامی نظریاتی کونسل کی متعدد سفارشات میں عرفِ صحیح کی رعایت پر زور دیا گیا ہے۔ تاہم ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ بعض اوقات عرفِ فاسد؛ جیسے غیر اسلامی قبائلی رسموں کو بھی عرف کے نام پر قبول کر لیا جاتا ہے، جو سیرتِ نبوی کے اصولوں کے خلاف ہے (اسلامی نظریاتی کونسل، 2010)۔

عرف اور جدید اجتہاد

معاصر اجتہاد میں عرف کی حیثیت اس لیے بھی اہم ہے کہ جدید مسائل؛ جیسے ڈیجیٹل تجارت، میڈیکل اخلاقیات، اور خواتین کے سماجی حقوققدیم فقہی متون میں اپنی موجودہ شکل میں موجود نہیں۔ ان مسائل میں عرفِ زمانہ کو نظر انداز کرنا عملی طور پر ناممکن ہے۔

سیرتِ رسول اللہ ہمیں یہ اصول دیتی ہے کہ نئے مسائل میں اجتہاد کرتے وقت: عرف کو سمجھا جائے، اس کا تقابل نصوص اور مقاصدِ شریعت سے کیا جائے، اور پھر متوازن قانونی حل پیش کیا جائے۔ یہی طریقہ اسلامی قانون کو جامد ہونے سے بچاتا ہے (القرضاوی، یوسف، 1996)۔

عرف کو نظر انداز کرنے کے منفی نتائج

جہاں عرف کو قانون سازی میں نظر انداز کیا گیا، وہاں کئی عملی مسائل پیدا ہوئے، مثلاً؛ قوانین پر عمل درآمد میں مشکلات، عوامی مزاحمت اور عدالتی پیچیدگیاں۔ یہ تمام مسائل اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ شریعت اور عرف کے درمیان توازن قائم کیے بغیر مؤثر قانون سازی ممکن نہیں، اور یہی توازن سیرتِ نبوی کا بنیادی وصف ہے۔

مختصر یہ کہ، معاصر قانون سازی کے تناظر میں عرف کی اہمیت محض فقہی بحث نہیں بل کہ ایک عملی ضرورت ہے۔ سیرتِ رسول اللہ اس سلسلے میں ایک ایسا جامع نمونہ فراہم کرتی ہے جس میں اصول اور حقیقت، شریعت اور عرف، اور قانون اور معاشرہ ایک دوسرے سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ مسلم ریاستوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسی سیرتی اصول کو جدید قانونی نظام میں بروئے کار لائیں۔

7۔ تجزیہ، خلاصہ، نتائج اور سفارشات:

تجزیہ

محولہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ عرف کی رعایت اسلامی قانون سازی میں ایک اصولی، متوازن اور مشروط عمل ہے۔ سیرتِ رسول اللہ میں واضح ہے کہ:

1۔ عرف کو ہمیشہ شریعت کے اعلیٰ مقاصد کے تابع رکھا گیا، جیسے عدل، انصاف، انسانی فلاح اور رحمت۔

2۔ عرف کی حجیت مشروط ہے، وہ نصوصِ قطعیہ کے خلاف نہیں جاسکتا، اور عرفِ فاسد کو قبول نہیں کیا گیا۔

3۔ عرف کی اصلاح اور تنسیخ تدریجی اور حکمت پر مبنی تھی تاکہ معاشرتی انتشار پیدا نہ ہو۔

4۔ عرف کے ذریعے شریعت کو عملی اور قابلِ قبول بنایا گیا، جو قانونی جمود کے خطرے کو کم کرتا ہے۔

5۔ سیرت کے عملی نمونوں؛ نکاح، مہر، بیع وشراء، عدالتی صلح و مصالحت اور قبائلی رسوم سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسلامی قانون میں عرف کو رد یا قبول کرنے میں انسانی مصالح اور اخلاقی معیار مرکزی حیثیت رکھتے ہیں (حمید اللہ، محمد، 1977)۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No. 4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

خلاصہ بحث

اس تحقیقی مقالے کے تمام مراحل کے تجزیے سے یہ واضح ہوا ہے کہ:

1۔ عرف محض سماجی حقیقت نہیں بل کہ قانونی استنباط کا مؤثر ذریعہ ہے۔

2۔ سیرتِ رسول اللہ میں عرف کو مشروط اور مقصدی رعایت حاصل ہے۔

3۔ معاصر قانون سازی میں عرف کی مناسب شمولیت، شریعت کے مقاصد کی تکمیل اور قانونی عملی قبولیت کو یقینی بناتی ہے۔

4۔ معاصر مسلم ریاستیں، اور خاص طور پر پاکستان، اگر عرف کو اصولی، مشروط اور تحقیقاتی بنیاد پر قانونی ڈھانچے میں شامل کریں، تو یہ نہ صرف عدالتی پیچیدگیوں کو کم کرے گا بل کہ عوامی قبولیت اور معاشرتی استحکام کو بھی فروغ دے گا۔

یوں یہ مطالعہ ایک واضح فکری اور عملی بنیاد فراہم کرتا ہے کہ کس طرح سیرتِ نبوی کی راہ نمائی میں عرف کی رعایت کو قانونی اور فقہی ڈھانچے میں نافذ کیا جا سکتا ہے۔

نتائج

اس تحقیق سے درج ذیل اہم نتائج سامنے آئے ہیں۔

1۔ سیرتِ رسول اللہ میں کئی معاملات میں مقامی اور رائج عرف کو برقرار رکھا گیا تاکہ قانون عملی، قابل قبول اور انسانی زندگی کے مطابق ہو (القرضاوی، یوسف، 1996)۔

2۔ عرف کی رعایت صرف اسی صورت میں معتبر ہے جب وہ نصوص و مقاصدِ شریعت کے خلاف نہ ہو۔

3۔ فاسد اور غیر اخلاقی عرف کو تدریجی اصلاح کے ذریعے ختم کیا گیا، جیسے سود، عورتوں کے حقوق سے محرومی اور قبائلی تعصب (الجوزیہ، ابن قیم، 1996)۔

4۔ جدید مسلم ریاستوں میں، خاص طور پر پاکستان میں، عرف کو قانونی ڈھانچے میں شامل کرنے سے قانون کی عملی قبولیت اور عوامی تعاون بڑھتا ہے (اسلامی نظریاتی کونسل، 2010)۔

سفارشات

مطالعہ زیرِ نظر کی روشنی میں سیرتِ رسول اللہ کے تناظر میں معاصر قانون سازوں اور دار الافتاء سے منسلک مفتیان صاحبان کے لیے درج ذیل چند سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

1۔ مقامی، سماجی اور تجارتی عرف کا تحقیقی جائزہ لیا جائے اور اسے قانونی فیصلوں میں بطور مرجع استعمال کیا جائے (الزرقا، احمد، مصطفیٰ، 1998)۔

2۔ کسی بھی عرف کی قانونی حیثیت کا تعین کرتے وقت نصوصِ قطعیہ اور مقاصدِ شریعت کو اولین ترجیح دی جائے۔

3۔ وہ عرف جو ظلم، استحصال یا غیر انسانی نتائج کا سبب بنتا ہے، اسے تدریجی اصلاح یا تنسیخ کے ذریعے ختم کیا جائے، جیسا کہ رسول اللہ نے کیا۔

4۔ قوانین کو معاشرتی اور ثقافتی حقائق کے مطابق نافذ کیا جائے، تاکہ معاشرت میں انتشار نہ پیدا ہو اور عوامی قبولیت حاصل ہو (الشاطبی، 2004)۔

5۔ نئے مسائل جیسے: ڈیجیٹل تجارت، میڈیکل اخلاقیات، خواتین کے حقوق وغیرہ میں عرفِ زمانہ کو مد نظر رکھ کر اجتہادی فیصلے کیے جائیں۔

6۔ قاضیوں، قانون سازوں اور علماء کے لیے کورسز اور ورکشاپس میں عرف کی تشریح اور سیرتِ نبوی کے عملی نمونوں کو شامل کیا جائے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.3 No. 4 2025

ISSN P : 3006-3329

ISSN E : 3006-3337

مصادر ومراجع/حوالہ جات

1۔ابوزہرہ، محمد۔ أصول الفقه۔ قاہرہ:دار الفكر العربي،(1958)،،275–280

2۔ابن ہشام،السيرة النبوية بيروت،دار المعرفة،(2001)،،1:–245-250،2:–12–15

3۔ابن عابدين۔رد المحتار على الدر المختار بيروت:دار الفكر،(2000)،،1:123

4۔الجوزیہ،ابن قیم۔إعلام الموقعين عن رب العالمين۔بیروت،دار الكتب العلمية،(1996)،3:14–18،3:425،3:3–10،3:133-138،3:3–10۔

5۔الغزالی، محمد۔فقه السيرة، قاہرہ،دار الشروق،(2005)،72–75۔،203–205۔

6۔ابن کثیر، تفسير القرآن العظيم،رياض:دار طیبہ،(1999)-سورة المطففين:83:1–8،3:474

7۔اسلامی نظریاتی کونسل،سفارشات برائے عائلی قوانین،اسلام آباد:IIC، (2010)،27–23

8۔القرضاوی،یوسف،مدخل لدراسة الشريعة الإسلامية۔ قاہرہ، مكتبة وهبة،(2001)،201–213–216،87–90۔

9۔القرضاوی،یوسف۔فقه الأولويات قاہرہ: مكتبة وهبة،(2001)،213–218،112–118

10۔القرضاوی،یوسف۔فقه الاجتهاد، قاہرہ: مكتبة وهبة،(1996)،120–125،،112–118۔

11۔ابن منظور،لسان العرب،مادہ:عرف،بیروت:دار صادر،(1990)،

12۔الزرقا، مصطفیٰ احمد۔المدخل الفقهي العام دمشق،دار القلم،(1998)،،2:،872-875،3:430،2:911–918،)،2:880-87،2،-900-890-

13۔القرآن الكريم،سورة البقرة:(2)233،سورة النساء(4)19،سورة المطففين:83:1–3

14۔السیوطی،جلال الدین۔الأشباه والنظائر قاہرہ،دار الكتب،(1965)،87–89۔

15۔الشاطبی،الموافقات في أصول الشريعة،بیروت:دار المعرفة،(2004)،،2،305-302۔،2:–295-290،2:306-310،2:290-305

16۔حمید اللہ، محمد۔

The Muslim Conduct of State (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, (1977) ،45–47،501-505،

17۔خلاف،عبد الوہاب۔ علم أصول الفقه، قاہرہ:دار القلم،(1978)،35–38۔

18۔زیدان،عبد الکریم،الوجيز في أصول الفقه،بیروت:مؤسسة الرسالة،(1997)،263–265

19۔شلبی، محمد مصطفیٰ۔اصول الفقه الإسلامي، قاہرہ۔ دار النهضة العربية،(1998)،312۔

☆☆☆

شلبی، محمد مصطفیٰ۔اصول الفقه الإسلامي، قاہرہ۔ دار النهضة العربية،(1998)،312

The Muslim Conduct of State (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, (1977)، 45–47،محمد حمید اللہ